مولانا حکیم محمد ھبتہ اللہ (نظامیہ) لکچرر سٹی کالج حیدرآباد دکن

شِعرُ العرب

عربی شاعری پر کچھ لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مطلق شاعری کے متعلق ضروری امور درج کر دیے جائیں۔[1]

شاعری پر سب سے پہلی تالیف۔ غالباً ارسطو ہی نے سب سے پہلے "شاعری" پر ایک کتاب "بوطیقا" تصنیف کی ہے۔ جس کی تلخیص ابن رشد نے کی ہے اور اس کے کچھ حصے شیخو لویس نے اپنی کتاب علم الادب میں شامل کیے ہیں۔

تعریف۔ عام طور پر شاعری کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے کلام موزوں کا نام ہے جو بالارادہ موزوں کیا گیا ہو۔ ابن رشیق نے بھی اپنی کتاب "العمدہ" میں اسی تعریف کی تائید کی ہے لیکن اکثر ادباء وزن اور قافیہ کو شعر کے لیے ضروری نہیں سمجھتے۔

جان اسٹورٹ مل کہتا ہے کہ جذبات کو برانگیختہ کرنے والی چیز شاعری ہے۔ اس کے خیال کے مطابق تصویر، تقریر، وعظ شعر میں داخل ہو جاتے ہیں، اس لیے شاعری کو اس طرح محدود کیا جاتا ہے کہ شاعری میں شاعر صرف اپنے آپ سے خطاب کرتا ہے اور تقریر و وعظ وغیرہ میں مخاطب حاضرین ہوتے ہیں۔ ارسطو کے نزدیک شاعری ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے۔ فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچتا ہے اور شاعر جذبات و احساسات کی تصویر پیش کرتا ہے۔

مولوی حمید الدین صاحب نے جمہرۃ البلاغۃ میں لکھا ہے کہ شاعر کے لفظی معنی ذی شعور اور احساسات رکھنے والے کے ہیں۔ مختلف جذبات کی وجہ سے انسان مختلف حرکتیں کرتا ہے، کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے اور کبھی موزوں الفاظ سے اپنے تاثرات ظاہر کرتا ہے۔

شاعری اور فلسفہ کا فرق۔ افلاطون نے "فلسفی" کو شاعر کہا ہے، افلاطون فیلسوف ہونے کے علاوہ

[1] اس مضمون کے لیے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ العمدہ لابن رشیق۔ شعر العجم از علامہ شبلی۔ الوسیط۔ تالیف شیخ احمد سکندری و شیخ مصطفیٰ عنانی۔ کتاب حیاۃ الحیوان للدمیری۔ دیوان امیر تمیم بن المعز فاطمی۔ دیوان معری۔ دیوان متنبی۔ السبع المعلقات۔ مقدمہ دیوانِ حالی۔

شاعر بھی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کا فلسفیانہ نظام خود ایک آرٹ ہے۔ بلکہ وہ آرٹ سے بھی ماوراء ہے اور شاعر ایک تکوینی ذہن رکھتا ہے، وہ فطرت اور واقعات دہر سے متاثر ہو کر دل کی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سمجھانے کے لیے نہیں بلکہ خود سمجھ کر چیخ اٹھتا ہے ؎

نالہ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم — پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھ کر

حقیقی اور بلند پایہ شاعر فیلسوف ہوتا ہے یوں تو بقول شوپن ہائر (SHOPEN HAUR) کے ہر انسان مابعد الطبیعاتی حیوان ہے۔ لیکن نہ ہر انسان شاعر ہے نہ ہر شاعر فلسفی۔

وہ شاعر جو نظم نگاری ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ جس پر اسرار کائنات خود بخود منکشف ہوتے ہیں جو بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے اندر کائنات کے متعلق حقیقت بینی کی وہی صفت رکھتا ہے جو ایک فلسفی کا حصہ ہوتا ہے۔ ٹے نی سن نے ایک پھول دیکھ کر کہا تھا کہ اگر کوئی اس کو پوری طرح سمجھ لے تو وہ خدا، اپنی ذات اور کائنات کی ماہیت سے واقف ہو جائے گا۔ "ہر ورق دفتریست معرفت کردگار" ابو نواس کہتا ہے وکل شیء لہ اٰیۃ۔ تدل علی انہ واحد۔

فلسفہ دراصل ہمہ گیر توجیہ یا دوسرے الفاظ میں حسب امکان بشری حقائق کائنات کے معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ فلسفی انتہائی علل واسباب معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو ایک مسلسل جستجو رہتی ہے۔ وہ عالم طبعی (مادیات، حیات، ذہن، سماج، حکمت اور اقدار کے وسیع موضوع میں کام کرتا ہے۔ یقیناً فیلسوف کا کام بہ نسبت شاعر کے بہت زیادہ ہے (اقبال)

جہاں داری سے ہے مشکل تر کار جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

فلسفی حقائق کو خشک پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر حقائق کو ایسے دلچسپ اور جذبات کے ابھارنے والے پیرایہ میں بیان کرنا ہو تو شاعری کی ضرورت ہوتی ہے۔

شاعری کے امتیازات۔ ۱۔ شاعر کسی کے سمجھانے کے لیے نہیں چلاتا بلکہ خود سمجھ کر چیختا ہے۔

۲۔ شاعر، فلسفی یا مورخ کی طرح چیز کے ہر پہلو کو دیکھ کر مستقل رائے قائم کرنے کا ذمہ دار نہیں اس لیے ممکن ہے کہ شاعر ایک چیز کی تعریف کرے اور اس کی مذمت بھی اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بری چیز کی تعریف۔ الغرض شاعر کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر چیز کو من حیث الحقیقہ حسب الواقع پیش کرے۔

"بخار" کی حقیقت طبیب کے نزدیک عفونتی یا جراثیمی اثر کا نتیجہ ہے جس سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور لرزہ پھریری شروع ہوتے ہیں اور جب اس کی نوبت ختم ہو جاتی ہے تو پسینہ آتا ہے۔ لیکن شاعر (متنبی) کہتا ہے۔

وَزَائرتی کَاَنَّ بِھا حَیَاءً ۔۔۔ فلیس تَزُورُ الّا فی الظَّلامِ

بَذَلْتُ لَھَا الْمَطَارِفَ والحشایا ۔۔۔ فَعَافَتْھا وَ باتَت فِی عِظَامِی

یضیق الجلد عن نفسی وعَنْھا ۔۔۔ فتُوسِعُہ بانواع السقامِ

اراقب وقتھا من غیر شوق ۔۔۔ مراقبۃ المشوق المُسْتَھامِ

ویصدقُ وعدُھا والصدق شرّ ۔۔۔ اذا القاك فی الکرب العظامِ

ابنت الدھر عندی کُلّ بنت ۔۔۔ فکیف وصلتِ انت من الزحامِ

ایک میری ملاقات کرنے والی ہے جو بوجہ حیاء و شرم کے صرف شب ہی کو تشریف لاتی ہے۔ اس کے لیے میں تو شک (چادر وغیرہ) پیش کرتا ہوں تو وہ اس کو ناپسند کرتی ہے اور میری ہڈیوں میں شب گزارتی میری جلد میں میری جان اور اس ملاقاتی کے لیے گنجائش نہیں ہے اس لیے وہ قسم قسم کی بیماریوں سے میرے جسم کو گھلاتی اور جلد کو وسیع کرتی ہے مجھے اس کے وقت کا عاشق مشتاق کی طرح انتظار رہتا ہے لیکن رغبت سے نہیں وہ وعدہ کی سچی ہے اور ایسی سچائی سے تو بری ہی بھلی جس سے آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے۔ اے زمانہ کی صاحبزادی زمانہ کی تمام بیٹیاں (مصائب) میرے پاس موجود ہیں بلکہ مجھے تعجب ہے ان بیٹیوں کے اژدحام میں سے آپ کو میرے تک رسائی کا راستہ کیسے مل گیا۔

اگر ایک آدمی کو قتل کیا یا سولی پر لٹکا دیا جائے تو یہ منظر کس قدر بھیانک ہو گا لیکن ابو الحسن انباری المتوفی ۳۲۸ھ آج سے ایک ہزار سال پہلے وزیر ابو طاہر کا مرثیہ کہتا ہے جس کو عضد الدولہ نے قتل کروا کے سولی کا حکم دیا تھا اور اس کر یہہ منظر کی تعریف کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس قصیدہ کو سن کر عضد الدولہ رشک کرنے لگا کہ کاش مجھے سولی دی جاتی اور یہ مرثیہ میری ہی شان میں ہوتا۔

عُلُوٌّ فی الحیاۃ و فی الممات ۔۔۔ لَحَقٌّ انت احدی المعجزات

کان الناس حولك اذ اقاموا ۔۔۔ وُفُودُ نَدَاكَ اَیَّامَ الصِّلَاتِ

کَاَنَّكَ قَائِمٌ فیھم خطیبًا ۔۔۔ وکُلُّھُم قِیَامٌ للصَّلٰوۃ

مددت یدیك نحوھم احتفاءً ۔۔۔ کمدھما الیھم بالھبات

ولما ضاق بطن الارض عن أن	يضم علاك من بعد الممات
أصاروا الجو قبرك واستعاضوا	عن الأكفان ثوب السافيات
لعظمك في النفوس تبيت ترعى	بحراس وحفاظ ثقات
وتوقد حولك النيران ليلا	كذلك كنت أيام الحياة
ركبت مطية من قبل زيد	علاها في السنين الماضيات
وتلك قضية فيها تأس	تباعد عنك تعيير العداة
ولم أر قبل جذعك قط جذعا	تمكن من عناق المكرمات
أسأت على النوائب فاستثارت	فأنت قتيل ثأر النائبات
عليك تحية الرحمن تترى	برحمات غواد رائحات

(ترجمہ) زندگی میں بھی بلندی اور مرنے کے بعد بھی بلندی، واقعی تو ایک زبردست معجزہ ہے۔ گویا کہ لوگ تیرے اطراف تیرے عطیوں کے حاصل کرنے والی جماعتیں جو ایام تقسیم میں جمع ہوتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ رہا ہے اور سب لوگ نماز کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ تو نے ان کی طرف اپنے ہاتھ ایسے پھیلائے ہیں جیسے کہ بخشش دیتے وقت پھیلاتا تھا۔ چونکہ آغوش زمین تیری وسیع بلندیوں کے لیے تنگ ہے تیرے لیے فضا کو قبر بنانا پڑا اور بجائے کپڑوں کے چلنے والی بیکراں ہواؤں کو کفن بنایا گیا۔ تیرے اطراف تیری شان وشوکت کے خاطر ایک محافظین کی معتبر جماعت معین کی گئی اور جس طرح ایام زندگی میں مہمان نوازی کی آگ جلائی جاتی تھی، تیرے اطراف آج بھی آگ جلائی گئی ہے، تو اس سواری پر سوار ہوا جس پر گزشتہ سالوں میں حضرت زید بن علی جیسی مقدس ہستی بلند ہو چکی ہے اور یہ ایک ایسی مثال ہے کہ جس کے بعد نکتہ چینیوں کے لیے کوئی موقع باقی نہیں رہتا، ہم نے آج سے پہلے کسی درخت کے تنہ کو مجسم شرافتوں سے معانقہ کرتے نہیں دیکھا۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور رحمت کے صبح و شام برسنے والے ابر برستے رہیں

زمین کا زلزلہ یا بھونچال کتنی خوفناک چیز ہوا کرتی ہے۔ لیکن شاعر کے تخیل میں اپنے ممدوح کے عدل وانصاف سے طرب میں آکر ملک کی سرزمین کا سر دھنتے یا رقص کرنے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

ما زلزلت مصر من كيد يراد بها	وانما رقصت من عدله طربا

چاند کا ابر میں چھپ کر آنکھوں سے اوجھل ہو جانا معمولی بات ہے، لیکن شاعر کہتا ہے کہ ماہ کامل میرے ممدوح کے چہرہ کی آن بان چمک دمک دیکھ کر اتنا شرمندہ ہوا کہ اس کو ابر میں جا کر منہ چھپانا پڑا۔

ادی بدر السماء یلوح حینا ویبدو ثم یلتحف السحابا
وذالک لانہ لما تبدّی فأبصر وجھک استحیا وغابا

۳۔ شاعر بادشاہ کا نام لے کر پکار سکتا ہے اس کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرتا ہے جو دوسرے مواقع میں خلاف تہذیب سمجھا جائے گا۔

۴۔ نظم کے مقبول مشہور محفوظ ہونے کا جتنا امکان ہے اتنا نثر کے لیے نہیں، چنانچہ یہ مسلم ہے کہ بہ نسبت نظم کے قدماء عرب نے نثر بہت کہی ہے لیکن نثر کے دس قطعات بھی محفوظ نہ ہو سکے۔ اور نظم سے شاید دس نظمیں بھی ضائع نہ ہو سکیں۔

۵۔ آرٹ کی سات قسموں یعنی موسیقی، شاعری، سنگ تراشی، رقص، معماری، مصوری، خوشنویسی کی طرف یوں ہی طبیعت کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک میں دلکشی پائی جاتی ہے۔ اور موسیقی جو سب سے زیادہ محرک اور جذبات کو ابھارنے والی شے ہے اور جس سے روح نہایت مست ہو جاتی ہے، کلام موزوں کا ایک ضروری جزء ہے اس لیے فن شاعری کو جو فضیلت اور اہمیت و مقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے۔

۶۔ شعراء کے ہاتھ میں قوم کی باگ ہوتی ہے، جدھر چاہتے ہیں قوم کو جھونک سکتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں رجز کے چار مصرعے جو کام کر سکتے ہیں جنگی باجے نہیں کر سکتے۔ ذہنیت کے بدلنے یا جدید ذہنیت کی تخلیق میں شاعری کو جو دخل ہے وہ دوسری کسی چیز کو بھی نہیں، استقلال و ثبات کی تعلیم کتابوں سے اس قدر نہیں ہو سکتی۔ جتنی شاعری سے ہو سکتی ہے۔

۷۔ شاعر کے لیے فخریہ کلام جائز ہے۔

۸۔ شاعر سب کچھ کہہ جاتا ہے لیکن قابلِ مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس کے قول و عمل میں توافق لازمی نہیں چنانچہ ایک شاعر رند مشرب پرہیزگاروں کی سوسائٹی کا ایسا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے کہ خود پرہیزگار بھی پیش نہیں کر سکتا اور ایک متقی پرہیزگار شاعر جس نے تقویٰ اور ورع کے حلقہ سے باہر قدم نہیں رکھا رندا اور اوباشوں کا ایسا چربا اتار سکتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعر کسی میخانہ کا زبردست پیر مغاں ہے۔

۹۔ شاعری سے بعض گمنام شخصیتوں کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ ہمیشہ کے لیے ان کا نام بلند ہو گیا اور بعض بلند ہستیوں یا قبیلوں کو شاعر نے اتنا گرایا کہ ہمیشہ کے لیے ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ شماخ بن ضرار نے عرابۃ کی شان میں یہ شعر کہا۔

إِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِينِ

ترجمہ۔ عظمت و بزرگی کا کوئی نشان بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اس نشان کو فوراً اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

عرابہ کا نام اس شعر کی وجہ سے عرب میں مشہور ہو گیا اور آج تک یہ مصرع ضرب المثل ہے۔

عرب میں محلق ایک گمنام شخص تھا لوگ ان کے ساتھ صمدھیانہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اعشٰی نے میلہ عکاظ میں ایک قصیدہ پڑھا۔ تمہید کے بعد یہ شعر تھے۔

لعمري لقد لَاحَت عيونٌ كثيرةٌ إِلَى ضَوءِ نَارٍ بِاليفاعِ تُحَرَّقُ

تُشَبُّ لمقرورَينِ يَصطَلِيَانِهَا وَبَاتَ لَدَى النَّارِ النَّدى وَالمُحَلَّقُ

(ترجمہ) میری زندگی کی قسم اس آگ کی طرف جو بلند مقام میں جلائی جاتی ہے بہت سی آنکھیں دیکھ رہی ہیں، دو سردی زدہ اشخاص کے لیے یہ جلائی گئی ہے جو اس سے مستفید ہو رہے ہیں اور آگ کے پاس محلق" اور ندیٰ شب گزارتے رہے۔" اس کے بعد محلق کی بیٹیاں شرفاء عرب کے مشہور افراد کے ساتھ بیاہی گئیں۔

نمیر ایک مشہور قبیلہ تھا، اس قبیلہ کے افراد بڑے ناز سے اپنا نمیری ہونا بیان کرتے تھے۔ غرور کے لہجہ میں بھاری آواز سے نمیر کا نام لیتے تھے اس قبیلہ کے ایک فرد سے جریر کو رنجش ہو گئی۔ گھر آکر اپنے فرزند سے کہا، آج چراغ میں تیل زیادہ رکھنا اس قبیلہ کی ہجو کہنا ہے۔ ہجو شروع کی جب یہ شعر قلم سے نکلا۔

فَغُضَّ الطَّرفَ إِنَّكَ مِن نُمَيرٍ فَلَا كَعبًا بَلَغتَ وَلَا كِلَابًا

جریر اچھل پڑا اور کہا کہ "واللہ اخزیتہ آخر الدھر" خدا اس شخص کو ہمیشہ کے لیے رسوا کر دیا۔ اب یہ نوبت پہنچی کہ اگر کسی نمیری سے اس کا خاندان دریافت کیا جائے تو نمیر کا نام نہ لیتا۔ بلکہ دو چار پشت چھوڑ کر اوپر کی پشتوں کا نام بتاتا۔ شاعر کے مقبول ہونے پر قبائل عرب میں شاندار دعوتیں اور جشن ہوتے تھے کیونکہ شاعر سے ان کی عزت کی حفاظت ان کے شاہکار کی یاد اور ان کی شہرت وابستہ ہوتی تھی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان اور عرب کی تعریف و تاریخ پر مختصر نوٹ پیش کیا جائے۔

لغت عربیہ۔ دنیا کی زبانوں کی جڑ تین بسیط زبانیں ہیں، آرین۔ سامی۔ منگولی۔ عربی سامی زبان کی ایک مقبول اور وسیع فصیح ترین شاخ ہے، جنہوں ایشیا کے مغربی حصہ جزیرہ نمائے عرب میں پرورش پائی، اور اسلام کے بعد مذہبی سردار ہونے کی وجہ سے اسلام کے اشاعت اور توسیع کے ساتھ ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی۔

عربی کی شاخوں میں جنوبی شاخ بہت زبردست ہے۔ اس کا مرکز یمن تھا۔ شمالی شاخ بھی مختلف قبائل کی طرف منسوب تھی۔ ان سب شاخوں میں قریش کی زبان فصیح ہے جن کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا، اور یہی زبان خلافت راشدہ اور زمانہ مابعد میں علمی اور زندہ زبان قرار دی گئی اور علوم فنون کا سرمایہ اس زبان میں منتقل ہو گیا۔ اقوام عالم کی تاریخ بھی اسی زبان میں محفوظ کی گئی۔ اور ہنوز عرب، عراق، شام، مصر، الجزائر، مراکش اور زنجبار کے لوگوں کی زبان ہے، اور اس وقت مجلس اقوام کی مسلمہ زبان بھی ہو چکی ہے۔

امتہ عربیہ۔ قدماء اور متاخرین (محدثین) کے دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ قدماء وہ لوگ ہیں جو جزیرہ نمائے عرب کے اصلی باشندے ہیں، ان کے تین طبقے ہیں۔

(الف) **عرب بائدہ**۔ اس طبقہ کے تاریخی حالات ہم تک نہیں پہنچے۔ سوائے ان حالات کے جو قرآن مجید و احادیث سے معلوم ہوئے اور یہ جدیس۔ عاد، ثمود۔ عمالقہ، عبد ضخم کے قبائل پر مشتمل ہے۔

(ب) **عرب عاربہ**۔ یہ قحطان کی وہ اولاد ہیں جو فرات کے کناروں کو چھوڑ کر یمن میں جا بسے کہلان اور حمیر اس طبقہ کے دو مشہور قبیلے ہیں۔

(ج) **عرب مستعربہ**۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جنھوں نے بعد میں عدنان کے نام سے شہرت پائی اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ مضر۔ ایاد و انمار ہیں۔

دوسرا حصہ، محدثین یا متاخرین کا ہے جو اسلام کے بعد بحر اخضر اطلانٹک اوشن سے ماوراء بحر فارس تک اور دجلہ فرات کے بالائی حصوں سے لے کر ماوراء جاوا و سماٹرہ تک پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف لہجے رکھتے ہیں۔

عربی شاعری کے ادوار۔ عربی شاعری زمانہ کے لحاظ سے پانچ دور میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

۱۔ دورِ جاہلیت۔ جس کی مدت ڈیڑھ سو سال رہی اور جو اسلام کے شروع پر ختم ہوا۔

۲۔ دورِ اوائل اسلام۔ یہ ظہورِ اسلام سے شروع ہو کر خلافتِ عباسیہ کے آغاز تک رہا۔ جس میں خلافتِ امویہ کا زمانہ شامل رہے گا یعنی سنہ ۱۳۲ھ تک۔

۳۔ دورِ عباسی۔ خلافتِ عباسیہ کے قیام سے شروع ہو کر تاتاریوں کے ہاتھ پر ان کے زوال تک قائم رہا یعنی سنہ ۶۵۶ھ تک، اس دور میں مصر کی فاطمی خلافت کا زمانہ اور اندلس کی امویہ حکومت کا دور شامل ہے۔

۴۔ سلطنت ترکیہ۔ سقوطِ بغداد سے لے کر نئی روشنی کے دور کے شروع تک یعنی سنہ ۱۲۲۰ھ تک۔

۵۔ دورِ نشئۃ۔ یا نئی روشنی یہ مصر میں محمد علی کے خاندان کے حکومت کے آغاز سے سنہ ۱۲۵۶ھ کے آخر تک۔

دورِ جاھلیت (ڈیڑھ سو سال تا ظہورِ اسلام)

عربی شاعری کی ابتداء "رجز" سے ہوئی جو دو چار شعر سے زائد نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے قصیدہ کہا وہ مہلہل بن ربیعہ ہے۔ یہ قصائد ان کے مقتول بھائی کی مرثیہ خوانی اور اس کے قصاص کے لیے تحریص و ترغیب پر مشتمل تھے۔ مہلہل پہلا شخص ہے جس نے تیس شعر کا قصیدہ کہا۔ مہلہل کا اصلی نام "عدی" تھا، چونکہ اس نے قصیدے کہے اس وجہ سے اس کا نام مہلہل ہو گیا۔ "ہلہل الثوب" کی معنی کپڑے بننے کے ہیں۔

مہلہل کے بعد امرؤ القیس۔ علقمہ، عبید، پیدا ہوئے، اس سے پہلے شاعری رجزیہ اشعار یا مقطعات تک محدود تھی جن کے لیے عنبر بن عمر بن تمیم درید بن زید بن نہد اعصر بن سعد بن قیس عیلان زہیر بن خباب الکلبی افوہ اودی اور ابی دواد الایادی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ ان کا زمانہ مہلہل سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ان شاعروں سے پہلے بھی ایسے افراد ہو چکے ہوں گے جنھوں نے سجع سے رجز اور رجز سے مقطعات اور مقطعات سے قصائد نظم کرنے کی ترقی کی ہو، امرؤ القیس خود کہتا ہے۔

عُوْجَا علی الطَّلل المحیل لاَنَّنَا   تبکی الدِّیَارَ کما بکی ابن خذام

تباہ شدہ کھنڈرات کے نشانوں پر رونے کے لیے ذرا ٹھہر جاؤ، ہم بھی ابن خذام کی طرح دو آنسو بہا لیں۔

ما اُرانا نقول الا مُعَارًا او معادا من لفظنا مکرورًا

ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف کہے ہوئے الفاظ کی تکرار یا اعادہ سے زیادہ نہیں۔ عنترہ کہتا ہے کہ

ھل غادر الشعراء من متردم ام ھل عرفت الدار بعد توھم

شعراء نے کہنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے یا کچھ غور و خوض کے بعد گھر کے نشانات سمجھ میں آ گئے۔

شاعری کا استعمال ۔ اس دور کی شاعری حسب ذیل عنوانوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

تشبیب یا غزل ۔ جس میں جنس لطیف کے محاسن کیفیات اور ان کے سفر اور قیام گاہوں کا ذکر ہوتا ہے، چونکہ عرب اس دور میں ایک خانہ بدوش آزاد قوم رہی اور ان کے قبائل کی قیام گاہوں کا دار و مدار پانی کی موجودگی پر تھا۔ ان کا تمام سرمایہ اونٹ تھا، اور ان کے بہادرانہ شاہکاروں کے لیے شہسواری نہایت اہم تھی، پہاڑوں اور چٹیل میدان اور وہاں کے مختلف پہاڑی درختوں اور پھولوں کے مناظر ان کا ماحول تھا۔ اس لیے اس دور کی غزل میں انھیں اشیاء کا ذکر ملے گا۔

مفاخرہ ۔ اس میں خاندانی کارنامے جو اکثر خودداری، شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی، ایفاء وعدہ کے بے نظیر شاہکار رہتے تھے، ذکر کیا جاتا تھا

مدح ۔ یہ صنف اس دور کے آخری زمانہ کی پیداوار ہے، اور نہ مدح اور خوشامد جاہلیت کے عربوں کے اوصاف اور اصول کے بالکل خلاف ہے۔ شروع میں ممکن ہے کہ کسی محسن کے احسانات کے معاوضہ میں بطور تشکر یہ کچھ اشعار کہہ دیے گئے ہوں ۔ اس فن کے علمبردار زہیر، نابغہ اور اعشیٰ ہوئے۔ مدح میں ممدوح کے ذاتی و خاندانی خصائص۔ وجاہت عقل، عفت، شجاعت اور اخلاق کو بیان کیا جاتا تھا۔

مرثیہ ۔ کسی مرنے والے کی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے، ایسے مرثیوں میں بڑے بڑے بادشاہوں، ملکوں اور قبائل کے نام و نشان مٹ جانے۔ جانوروں، شیروں کے مرجانے اور طویل العمر حیوانات سانپ، گدھ وغیرہ کے بالآخر ہلاک ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

ہجا ۔ اس میں کسی آدمی کے ذاتی و خاندانی نقائص کو گنایا جاتا ہے، لیکن اس دور میں زیادہ فحش و لاف گزاف کی حد تک یہ فن نہ پہنچا تھا۔

اعتذار ۔ شاعر اپنے اوپر لگے ہوئے الزام کی صفائی پیش کرتے ہوئے اپنے خفا ہونے والے ممدوح

کو منانے کی کوشش کرتا ہے۔

وصف یا تصویری شاعری۔ یعنی کائنات کی کسی چیز کی تشریح اور کسی منظر کو دلچسپ پیرایہ میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔ یا تو اس چیز کو بہت مرغوب بنا کر پیش کیا جائے، یا اس کو بھیانک صورت اور مکروہ منظر میں بیان کیا جائے۔ اس دور میں اونٹ، گھوڑے، درندے۔ شکار، حشرات الارض نباتات، آسمان، تارے، بارش، بجلی، پہاڑ، چٹیل میدان، گرمائی اور ربیعی قیام گاہیں اور ان کے بقیہ نشانات گرجا، راہب کے مینار وغیرہ اس فن کے موضوع رہے۔ اسی طرح انسان کے بعض کیرکٹر بھی بیان کیے گئے ہیں۔

حکیمانہ۔ اس دور میں ایسا کلام کھانے میں نمک کی طرح بہت کم ملتا ہے۔ لیکن جو ملتا ہے وہ نہایت سادہ، مختصر مقبول اور مؤثر سچائی کے قالبوں میں ڈھلا ہوا۔

خیالات

۱۔ اس دور کی شاعری میں معانی صاف اور اکثر حقیقت واقع کے مطابق ملتی ہیں۔

۲۔ مبالغہ اور غلو سے احتراز کیا گیا ہے۔

۳۔ دقیق و غریب مفہوم بہت کم۔ نہ تو تشبیہوں میں جدت، نہ استعارے، کنایات حسن تعلیل وغیرہ کا بھی پتہ نہیں ملتا۔

الفاظ و اسالیب

۱۔ الفاظ پوری طرح سے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ ۲۔ الفاظ میں شان و شوکت پائی جاتی ہے۔ ۳۔ چند ایسے قدیم عربی الفاظ ملتے ہیں جو بعد میں متروک ہو گئے۔ ۴۔ مجاز، معتدل طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ۵۔ اجنبی زبانوں کے الفاظ شاذ و نادر ملتے ہیں۔ ۶۔ صنائع و بدائع یعنی جناس، مقابلہ مطابقت، وغیرہ نہیں پائے جاتے۔ ۷۔ پیرایہ سنجیدہ ہوتا ہے۔ ایجاز کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس دور کے شعرا کے مشاہیر

طبقہ اول۔ امرؤ القیس۔ زہیر۔ نابغہ۔

طبقہ ثانیہ۔ اعشیٰ۔ لبید طرفہ۔

طبقہ ثالثہ۔ عنترہ۔ عمر بن کلثوم۔ حارث بن حلزہ۔ عروہ بن ورد۔ درید بن صمہ۔ مرقش اکبر۔

دوسرا دور اسلامی (از ظہور اسلام تا ۱۳۲ھ)

بوجہ نزول قرآن مجید و ثقافت اسلامیہ کے اس دور کی شاعری میں انقلاب ہوا۔

شاعری کا استعمال

۱۔ مذہبی عقاید کی ترویج۔ ۲۔ جنگ اور بہادرانہ مقابلوں کے لیے تحریص و ترغیب۔ ۳۔ ہجاء۔ ۴۔ وقائع نگاری۔ ۵۔ مدح۔ ۶۔ پاکبازانہ تعشق و تغزل۔

خیالات

بلحاظ خیالات کے اس دور کے شعراء زیادہ تر جاہلی شعراء ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے، البتہ جدید اسلامی تہذیب کا رنگ اور اس کا اثر کچھ نمایاں رہا۔

الفاظ واسالیب

الفاظ واسالیب میں بھی اس دور کی شاعری کا رنگ جاہلیت کے شعراء کا رنگ رہا۔ سنجیدگی اور جاذبیت میں کچھ ترقی ہوئی۔

شعراء کے مشاہیر۔ کعب بن زہیر، خنساء، حطیئہ، حسان بن ثابت، نابغہ جعدی، عمرو بن معدی کرب، عمرو بن ابی ربیعہ، اخطل، فرزدق، جریر، کمیت، جمیل، کثیر، نصیب، راعی، ذوالرمّہ۔

تیسرا دور عباسی (از ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ تک)

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہی دور اسلامی ترقیوں، فتوحات اور اسلامی تہذیب و حضارت کا ممتاز زمانہ رہا ہے۔ عربی زبان میں تمام علوم و فنون منتقل ہوئے۔ تاریخ عالم منضبط کی گئی۔ مختلف تمدنوں سے عرب کو سابقہ پڑا۔ جغرافیائی نقطۂ نظر سے عربی زبان دنیا کی کثیر آبادیوں تک پہنچی اور عربی شاعری عالم کے مختلف تاریخی و جغرافیائی، تمدنی خلط ملط سے بےحد متاثر ہوئی۔

شاعری کا استعمال حسب ذیل اغراض کے تحت رہا۔ ۱۔ خاندانی کارناموں پر مفاخرت، مذہبی سیاسی علمی کاموں میں تقابل۔ سیاسی اغراض کے تحت شاعری کا پرچار۔ خاص طور پر بنی امیہ کے خلفاء نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۲۔ خوشامدی اسالیب کا اختیار۔ ۳۔ رندانہ شاعری جس میں شراب کی تعریف۔ بزم نشاط۔ ساقی مطرب اور شاہد پرستی، گانے کی توصیف وغیرہ شامل ہے۔ ۴۔ وصف نیچرل شاعری، چنانچہ باغات، چمنوں کے مناظر، فطرت کی صناعیوں کی تشریح، شکار اور دیگر لطیف تشبیہات وغیرہ۔ ۵۔ وعظ، حکمت و فلسفیانہ اقوال۔ ۶۔ بعض علوم و فنون کے قواعد کو بغرض آسانی حفظ نظم کرنا۔

خیالات۔ ۱۔ متفکرانہ توجیہ۔ ۲۔ فرضی خیالات کا تصور۔ ۳۔ تشبیہات میں جدت، استعارے حسن تعلیل

کے لیے نئے نئے پیرایے۔ ۴۔ فلسفیانہ نکات اور مذہبی اصول ثابت کرنے کے لیے بہترین دلچسپ طرز۔

الفاظ و اسالیب۔ الفاظ غریبہ کا ترک استعمال۔ ۲۔ عجمی الفاظ کی زیادتی۔ ۳۔ پیرایہ کی لطافت لیکن الفاظ کی شوکت کے بقا کے ساتھ۔ ۴۔ صنائع بدائع میں جدید اختراعات اور ان کی کثرت۔

مشہور شعراء۔ بشار، بونواس۔ مسلم۔ ابو العتاہیہ۔ ابن الرومی۔ ابو تمام بحتری۔ ابن المعتز۔ ابن ہانی۔ امیر تمیم۔ ابو فراس۔ ابو العلاء المعری شریف رضی۔

چوتھا دور ترکی حکومت کا (از ۶۵۶ھ تا ۱۲۲۰ھ)

اس دور میں چونکہ اکثر اسلامیہ ممالک کی زمام سلطنت عجمی بادشاہوں کے ہاتھ آچکی تھی۔ اس لیے عربی شعراء کی سرپرستی میں بہت کمی ہوگئی۔ نیز اس زمانہ سے شعرگوئی کو کسب مال و جاہ کا ذریعہ بنانا موقوف ہوگیا۔ نیز صوفیانہ رنگ چھاگیا۔

شاعری کا استعمال۔ نعتیہ قصائد دربار رسالت سے۔ التجا۔ مناجات بہ بارگاہ رب العزت ۲۔ اولیائے کرام کی مدح۔ ۳۔ صوفیانہ شاعری۔ ۴۔ غیر حقیقی غزل، اور بجائے محبوبہ کے محبوب کا ذکر، جو ایرانی شاعری کا پرتو تھا اور صوفیانہ مذاق کی وجہ سے اکثر علماء و مشائخ نے اس طرز کو رائج کیا تھا۔ ۵۔ بدائع صنائع کی خاطر غزلیات و مقطعات کا کہنا۔ ۶۔ نیچرل شاعری رہٹ، تکیہ، فرش۔ جانماز۔ پنکھا۔ چھری۔ دوات، چراغ۔ بخور دانی وغیرہ چیزوں پر طبع آزمائی۔ ۷۔ رندانہ شاعری۔ ۸۔ فحش ہجو۔ ۹۔ پہیلیاں (معمے)

خیالات۔ نازک خیالی۔ ضرب المثل اور فلسفیانہ نکات میں جدت پیدا کرنے کی بجائے صرف تشبیہ اور استعارات کے استعمال پر زور دیا گیا۔

الفاظ و اسالیب۔ ۱۔ صرف آسان الفاظ کا استعمال۔ چنانچہ پرشوکت لفظ کا استعمال بھی ترک ہوا، بلکہ عامی اور ترکی الفاظ بھی استعمال ہونے لگے۔ ۲۔ آسان ترکیب اور عامی مثلوں کا استعمال۔ ۳۔ صنائع بدائع پر زور دیا گیا خصوصاً فن توریہ اور جناس پر۔ ۴۔ تصغیر بے نقط، یا صرف نقطہ دار الفاظ کا استعمال لزوم ما لا یلزم مالا یستحیل بالانعکاس کی صنعتیں۔ تاریخی مادے۔ ۵۔ مشہور اشعار کی تضمین تشطیر، تخمیس۔ ۶۔ اقتباس۔

مشہور شعراء۔ شیخ شرف الدین انصاری متوفی ۶۶۲ھ۔ ابن جمال الدین۔ شہاب الدین تلعفری المتوفی ۶۷۵ھ ابن الوردی المتوفی ۶۸۷ھ امام بوصیری۔ ابن حجۃ المتوفی ۸۳۷ھ صفی الدین حلی

فخر الدین بن مکانس المتوفی ۷۹۴ھ۔ ابن معتوق۔

پانچواں دور نئی روشنی (۱۲۲۱ھ سے ۱۳۵۶ھ تک)

اس دور میں مغربی تہذیب کا اثر اور مادہ پرستی کی طرف میلان سیاسی ہیجان جدید فلسفی و طبعی نظریے اور اختراعات و ایجادات نیز مختلف اقوام کا گہرا ربط و ضبط یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن سے شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

عربی ممالک خاص طور پر شام اور مصر میں امیر مبلغین کی مساعی یورپ کے مستشرقین کی کوششیں یہ سب امور ایسے پیدا ہو چکے ہیں جن سے عربی شاعری میں ایک جدید انقلاب نمایاں ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس دور کے نصف اول تک تو سخت جمود رہا اور شاعری میں کوئی ترقی نہ ہو سکی لیکن موجودہ دور میں عربی ممالک کی پھر لغت فصحیٰ کی طرف توجہ شروع ہوئی اور نئے نئے شاعر پیدا ہوئے۔

استعمال۔ ۱۔ فطرتی مناظر، وجدانات، جذبات پر طبع آزمائی ہونے لگی۔ ۲۔ جدید آلات ریل بجلی ٹیلیفون وغیرہ پر اشعار کہے گئے۔

اسالیب۔ موجودہ دور کے کلام میں بدیع جناس کی کمی کی گئی اور سادگی کی طرف رجوع کیا گیا چنانچہ اس صدی کے اکثر شعراء نے چوتھی پانچویں صدی کے شعراء کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔

شعراء۔ محمود سامی بارودی۔ حفنی ناصف بک۔ شوقی شیخ شہاب۔

میں نے بوجہ طوالت جغرافیائی لحاظ سے عربی شاعری پر تبصرہ نہیں کیا۔ حالانکہ اس لحاظ سے بھی عربی شاعری پر کافی کچھ لکھا اور کہا جا سکتا ہے، خاص طور پر یمن، حجاز، شام، مصر، ہند، عراق، اندلس وغیرہ کے شعرا کے درمیان اپنے ممالک کے رسم و رواج اور عقائد کے لحاظ سے بہت کچھ فرق پایا جا سکتا ہے۔ نیز رعایا اور بادشاہوں اور شاہی افراد کی شاعری میں بھی بہت کچھ فرق ہو سکتا تھا۔ اب ہم عربی شاعری کو پانچ عنوانوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور ہر عنوان کے تحت ان ضروری خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جن سے عربی شاعری کا درجہ اور امتیاز معلوم ہو سکے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

جو یہ ہیں غزل۔ فخر۔ مدح۔ وصف، حکیمانہ۔

غزل۔ عربی شاعری میں سب سے زیادہ غزلیات پائی جاتی ہیں چنانچہ مطلق غزلیات کو نظر انداز بھی کر دیں تو مدحیہ قصائد بھی اکثر غزل ہی سے شروع ہوتے ہیں۔

۱۔ عربی زبان میں غزل مسلسل ہوتی ہے۔ جس میں محبوب کا سراپا یا وصل و ہجر کا واقعہ یا کوئی دلچسپ

واردات مفصل طور پر بیان کی جاتی ہے

ابن ابی ربیعہ :

لیت ھندا انجزتنا ما تعِدُ ۔۔۔ وَشَفَتْ أنفُسَنَا مِمَّا نَجِد
واستبدت مرۃ واحدۃ ۔۔۔ انما العاجز من لا یستبد
وَلَقَدْ قالت بجارات لھا ۔۔۔ ذات یوم وتعرت تبترد
اکما ینعتنی تبصرنَنِی ۔۔۔ عمرکن اللہ ام لا یقتصد
فتضاحکن وقد قلن لھا ۔۔۔ حسن فی کل عینٍ مَن تود
حَسَدًا حُمّلنہ من اھلھا ۔۔۔ وقدیما کان فی الناس الحسد

کاش کہ ہند اپنا وعدہ پورا کرتی اور ہماری روحانی تکلیفوں کا علاج کر دیتی یکبارگی خود نمائی وخودداری ظاہر کرنے لگی ہے بے شک خود داری نہ کرنا تو عاجزی کا کام ہے۔ ایک روز اپنے کپڑے اتارے ہوئے تھی اور ہوا کھا رہی تھی اپنی سہیلیوں (پڑوسنوں) سے کہنے لگی، تمہاری جان کی قسم کیا میں واقعی ایسی ہی حسین ہوں، جیسا کہ میرا عاشق تعریف کرتا ہے یا وہ کچھ مبالغہ کرتا ہے، سب ہنس کر کہنے لگیں کہ "چاہنے والے کی آنکھ میں اپنے محبوب کی ہر چیز قابلِ تعریف ہی ہوتی ہے" اور یہ صرف حسد سے کہا اور قدیم زمانے سے حسد تو چلا آتا ہے۔

امیر تمیم :-

عانقتُ لا م صدغھا صادکتی ۔۔۔ فارتھا المراۃ فی الخد لصنا
فاستراتت بھا رأت ثم قالت ۔۔۔ اکتابا اری ولم ار شخصا
ودعتنی لمحوہ فتمکنت ۔۔۔ مِنَ الوجنتین لمسا وقرصا
ثم قالت الا امحہ معومن ۔۔۔ یجھد فی محوہ ومن یتقصی
قلت بالقشط تمحی قالت اقشط ۔۔۔ بالثنایا واتبع القشط مصا
قلت ان الذی امرت بہ فرض ۔۔۔ علینا موکد لیس یعصی
ورأت اثرما محوت فقالت ۔۔۔ کان لصا فصار واللہ فصا
قلت ان الفصوص تطبع ۔۔۔ باللثم علی خد کل من کان رخصا

(ترجمہ) اس کے زلف کے لام سے میرے چومنے کا صاد ہم آغوش ہوا یعنی میں نے اس کا بوسہ لیا، آئینہ میں دیکھنے سے اس کے رخسار پر نشان نظر آیا، وہ اس سے جھینپی اور مشکوک نگاہ

سے کہا کہ کیا بات ہے کہ کچھ کتابت کا نشان سا نظر آ رہا ہے لیکن لکھنے والے کا تو پتہ نہیں مجھے بلایا اس نشان کے مٹنے کی فرمائش کی۔ میں نے دونوں رخساروں کو اچھی طرح چوما اور کاٹا۔ کہنے لگی اس کو ایسا مٹا دو کہ جس کے مٹانے میں پوری کوشش صرف کرنے کا پتہ چلے۔ میں نے کہا کہ اس کو تو چھیل کر مٹایا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں دانتوں سے چھیل دو، اور پھر چوس لو، میں نے کہا کہ یہ ایسا فرمان ہے جس کی تعمیل فرض ہے اور اس میں فروگذاشت جائز نہیں۔ میرے مٹانے کے بعد اس نے اس کے نشان کو دیکھا تو کہنے لگی کہ یہ نشان تھا اب تو نگینہ بن گیا، میں نے کہا بے شک ایسے نگینے ہی بذریعہ بوسے نرم رخسار پر بنائے جاتے ہیں۔

ایضاً :-

شَبَّهْتُهَا بِالْبَدْرِ فَاسْتَضْحَكَتْ   وَقَابَلَتْ قَوْلِي بِالنُّكْرِ

وسَفَّهَتْ قولي وقالت متى   سُمِجْتُ حتّى صِرْتُ كالبدر

والبدر لا يرنو بعين كما   أرنو ولا يَبسمُ عن ثغر

ولا يُميطُ المِرطَ عن ناهِدٍ   ولا يشد العقد في نحر

من قاس بالبدر صفاتي فلا   زال اسيرا في يدي هجر

(ترجمہ) میں نے محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی، اس نے ہنس کر میرے قول کی تردید شروع کی، اس نے میرے کلام کا مذاق اڑایا اور کہنے لگی، اتنی میں کب بدمذاق ہو گئی کہ چاند جیسی بن گئی۔ نہ تو چاند میری طرح آنکھ سے نازوانداز کی نظر ڈال سکتا ہے اور نہ میری طرح دانت دکھا کر مسکرا سکتا ہے۔ اور نہ ابھرے ہوئے سینہ سے چادر ہٹاتا ہے اور نہ سینہ کو مالا سے مزین کرتا ہے جو میرے اوصاف کا چاند سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ فراق کے ہاتھوں پابہ زنجیر رہا کہ اس نے میری اس قدر تحقیر کی۔

البهاز ہیر المتوفی ۶۵۶ھ

يُعَاهِدُنِي لا خانني ثم ينكث   واحلفُ لا كلمتهُ ثم احنث

وذلك دابي لا يزال ودابه   فيا معشر الناس اسمعوا وتحدثوا

اقول له صلني بقولهم غدًا   ويكسو جفناها دِ حَمَّا بي ويعبث

وما ضرّ بعض الناس لو كان زارني   وكنا خلونا ساعة نتحدّث

امولاي اني في هواك معذب   وحتام ابقى في العذاب وامكث

فخلا مرة ودحی ترحسنی ولم اکن　　امُوتُ مرارًا فی النهار واُبعَث

وانی لهذا الضیم منك لحامل　　ومنتظرٌ لطفًا من اللہ یحدث

اعیذك من هذا الجفاء الذی بدا　　خلائقك الحسنی ارق وادمث

تودد ظن الناس فینا واکثروا　　اقاویل منها ما یطیب ویخبث

وقد کرمت فی الحب منی شمائلی　　وسال عنی من اراد ویبحث

ترجمہ۔ وہ مجھ سے معاہدہ کرتا ہے کہ مجھ سے بیوفائی نہ کرے گا پھر عہد شکنی کرتا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے کبھی نہ بولوں گا۔ پھر قسم توڑ دیتا ہوں یہ میری اور اس کی مسلسل عادت ہے، اے لوگو! سنو اور سناؤ۔ میں اس سے وصل کی درخواست کرتا ہوں اور وہ کہتا ہے کہ کل، اور آنکھ مار کے میرا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے ملے یا تنہائی کا موقع دے تو کسی کا جی کیوں جلتا ہے۔ میری سرکار میں آپ کے عشق میں معذب ہوں، کب تک اس عذاب میں رہوں ایک ہی مرتبہ مجھے مار ڈالو، تاکہ آرام کی نیند سو جاؤں۔ یہ کیا مصیبت ہے کہ دن میں کئی بار مرتا ہوں اور پھر زندہ کیا جاتا ہوں میں نے آپ کے یہ ظلم سہے اور اب خدائے تعالیٰ سے مہربانی کا منتظر ہوں۔ آپ جیسے خوش اخلاق ہستی سے ایسی جفا کیوں ہو رہی ہے، لوگ میرے بارے میں مختلف اچھی باتیں کہتے ہیں لیکن آپ کی محبت میں میرے خصائل منزہ ہیں جس کو چاہے اس کی تحقیقات کرے۔

۲۔ عرب کا معشوق عفت وعصمت کا حرم نشیں ہوتا ہے وہاں تک رسائی مشکل ہوتی ہے اگر وہاں رخ کریں تو تلواروں کا سامنا ہوتا ہے۔ چنانچہ متنبی کہتا ہے۔

دیار اللَّواتی دارُهُنَّ عزیزةٌ　　بسمر القنا یُحفَظنَ بالتمائم

میں ان حرم نشینوں کے گھر کا ذکر کرتا ہوں جن کی رہائش گاہیں گندم گوں نیزوں کے ذریعے محفوظ ہوتی ہیں نہ کہ تعویذوں سے۔

عرب میں محبوبہ کے ایسے محافظوں کو رقیب کہتے ہیں، الغرض عرب کے عاشقانہ جذبات مناسب پرجوش شریفانہ اور سچے ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف ایرانیوں کا محبوب شاہد بازاری ہوتا ہے۔ جو ہر ایک کے ہاتھ لگ سکتا ہے اس کے چاروں طرف عشاق کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔

۳۔ عربی غزلیات میں خودداری اور عزت نفس کے جذبات قائم رہتے ہیں۔ عرب کا عاشق طالب ہے، گدا نہیں، جانباز ہے، غلام نہیں، آمادہ مصائب ہے لیکن ذلیل نہیں۔ وہ معشوق سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

فلا تحسبی انی تخشعت بعدکم ولا انّنی بالمشی فی القید اخرق

ترجمہ۔ یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے بعد میں ذلیل ہو گیا اور نہ یہ کہ پاؤں کو زنجیر میں بندپا کر اپنے وقار کے خلاف حرکت کرتا ہوں۔

لیکن ایران کا شاعر اپنے آپ کو ذلیل قرار دیتا ہے۔ عاشق کی گلی کا کتا کہتا ہے۔

۴۔ فارسی شاعری میں معشوق حسنِ صورت کے لحاظ سے جس قدر بے مثل و بے نظیر ہے اسی قدر اخلاق کے لحاظ سے دنیا کے تمام عیوب کا مجموعہ ہے، وہ جھوٹا ہے، بد عہد ہے۔ ظالم ہے، سفاک ہے، مکار ہے، دغا باز ہے، فتنہ گر ہے، حیلہ ساز ہے، شریر ہے، کینہ پرور ہے، نہایت احمق ہے ہر ایک کی بات مان لیتا ہے، اور ہر ایک کے قابو میں آجاتا ہے۔

فخریہ۔ شعرائے عرب صاحب تیغ و علم ہوتے ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے معرکے لکھے اور فخریہ قصائد نظم کیے، عمر بن ہند نے یہ معلوم کیا کہ عرب میں عمرو بن کلثوم کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ماں عمرو بن ہند کی ماں کی اطاعت و خدمت سے انحراف کرے۔ عمرو بن ہند اور اس کی ماں نے قبیلہ کے ممتاز افراد کو دعوت دی، زنانہ دعوت خانہ میں عمرو بن ہند کی ماں نے عمر بن کلثوم کی ماں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرکے اس کے اٹھالانے کو کہا۔ عمر بن کلثوم کی ماں 'واتغلبا'، ہائے تغلب کہہ کر چیخی، عمر بن کلثوم اور اس کے ساتھیوں نے تلوار نیام سے کھینچ لی۔ عمر بن ہند کا سر قلم کر لیا اور ایک مشہور قصیدہ کہا جو کعبہ میں آویزاں کیا گیا اور اس کو معلقات کی فہرست میں درج ہونے کا شرف حاصل ہوا کہ اس قصیدہ سے قبیلہ تغلب میں شجاعت بہادری، دلیری بڑھ گئی جو کئی سو سال تک قائم رہی، یہ قصیدہ اس قبیلہ کے بچہ بچہ کو یاد تھا۔

الا ھُبی بصحنك فاصبحینا ولا تبقی خمور الاندرینا
اباھند فلا تعجل علینا وانظرنا نخبرك الیقینا
باناَ نورد الرایات بیضاً ونصدرهن حُمراً قد رُوینا
بای مشیۃ عمر بن ھندٍ تکون لقیلکم فیھا قطینا
بای مشیۃٍ عمرو بن ھند تطیعُ بنا الوشاۃ وتزدرینا
الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا
اذا بلغ الفطام لنا صبی تخر لہ الجبابر ساجدینا

ترجمہ: اپنا ساغر نکالو اور صبوحی شراب کا دور چلنے دو، اندرین کی شراب سب ختم کر ڈالو۔

اے پدر ہند جلد بازی سے کام نہ لو۔ ہم کو مہلت دو۔ ہم تم کو حقیقت سمجھا دیں گے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ اپنے سفید نشانوں کو لے کر جنگ پر جاتے ہیں اور سرخ اور خون سے سیراب ہو کر پلٹتے ہیں۔ عمرو بن ہند تو نے کس خیال سے چغلخوروں کا کہنا مان کر ہم کو حقیر سمجھا۔ خبردار کوئی بھی ہمارے ساتھ جہالت کا برتاؤ نہ کرے ورنہ ہم ان کی جہالت کا جہالت سے جواب دینے کو تیار ہیں۔

جب ہمارا بچہ شیر خواری کا زمانہ ختم کرتا ہے تو اس کے سامنے بڑی بڑی زبردست ہستیوں کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ علامہ شبلی کہتے ہیں کہ غور کرو شعراء فارس اس کے مقابلہ میں کس چیز پر فخر کر سکتے ہیں، نظامی، عرفی نے بڑے زور کے فخریے لکھے ہیں لیکن فخر کی ساری کائنات یہ ہے کہ ہم اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں۔ الفاظ اور حروف ہمارے باجگزار ہیں۔ مضامین ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھے تو یہ کہہ دیا کہ ہم پری پیکر ہیں چنانچہ عرفی کہتا ہے ؎

سر بر زدہ ام بار کہ کنعاں ز یکے جیب — معشوق تماشا طلب و آئینہ گیرم

میگویم و اندیشہ ندارم ز ظریفاں — من زہرۂ رامش گر و من بدر منیرم

ایرانی شاعر ہمیشہ غلام رہے۔ غلامی میں پلے وہ اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے پیدا ہوئے۔ شعر ۴۴-۴۳، صفی الدین حلی، المتوفی سنہ ۷۵۰ھ

سل الرماح العوالی عن معالینا — واستشہد البیض ہل خاب الرجا فینا

لقد سعینا فلم تضعف عزائمنا — عما نروم ولا خابت مساعینا

قوم اذا استخصموا کانوا فراعنۃ — یوما وان حکموا کانوا موازینا

اذا ادعوا جاءت الدنیا مصدقۃ — وان دعوا قالت الایام آمینا

انا لقوم ابت اخلاقنا شرفا — ان نبتدی بالاذی من لیس یؤذینا

بیض صنائعنا سود وقائعنا — خضر مرابعنا حمر مواضینا

بلند نیزوں اور سفید تلواروں سے ہمارے بلند کارناموں کے متعلق دریافت کرو، کہ کیا کبھی ہم سے جو توقعات تھیں اس میں ناکامی ہوئی۔ ہم نے کوشش کی اور ہمارے پختہ ارادے مقصد کے حصول میں کبھی کمزور نہ ہوئے اور نہ ہماری کوششیں ناکام رہیں۔ ہم ایسی قوم ہیں کہ اگر ہم کو فریق بنایا گیا تو ہم فرعون تھے اور کسی کا جواب نہیں دیا۔ لیکن اگر خود ہم پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا تو ہم عدل کی ترازو ثابت ہوئے۔ اگر ہم نے کوئی دعویٰ پیش کیا تو دنیا نے اس کی تصدیق کی اور اگر ہم نے دعا کی تو زمانہ کو آمین کہنا پڑا۔ الغرض جو دعویٰ کیا ثابت کر کے چھوڑا، اور جو امید کی گئی پوری کی گئی۔ ہمارے شریفانہ اخلاق

سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو تکلیف دیں یا ان کو چھیڑیں جو ہم کو تکلیف نہیں دیتے۔ ہمارے کارنامے روشن، ہمارے واقعات بہت خطرناک، ہماری رہائش گاہیں سرسبز اور ہماری تلواریں خونِ اعداء سے سُرخ ہیں۔

عنترہ عبسی المتوفی قبل ہجرت

حکّم سیوفک فی رقاب العذّل — واذا نزلت بدار ذلٍّ فارحل

واذا الجبان نھاك یوم کریھۃ — خوفًا علیك من ازدحام الجحفل

فاعص مقالتہ ولا تحفل بھا — واقدم اذا حق اللقا فی الاول

واختر لنفسك منزلا تعلو بہ — او مت کریما تحت ظل القسطل

وبذابلی ومھندی نلت العلا — لا بنقرابۃ والعدید الاجزل

لاتسقنی ماء الحیاۃ بذلۃ — بل فاسقنی بالعز کاس الحنظل

ماء الحیوۃ بذلۃ کجھنم — وجھنم بالعز اطیب منزل

نکتہ چینوں کی باتوں کی پرواہ نہ کر ان کو تلوار سے قتل کر دے اور جب کسی ذلت کے مقام پر قیام کیا ہو تو وہاں سے کوچ کر دے۔ جب بزدل تجھے جنگ کے روز فوج کشی سے روکے اس خوف سے کہ تو ہلاک ہو جائے تو اس کے قول کی مخالفت کر اور اس کی پرواہ مت کر، اور جب جنگ مقرر ہو جائے تو صف اول میں رہ اور آگے بڑھ۔ اپنے آپ کے لیے ترقی کی کوشش کر یا جنگ میں جان دے دے، میں نے جو ترقیاں کیں وہ صرف اپنی تلوار اور نیزے کے بل پر کیں نہ کہ کسی رشتہ داری یا بڑی فوج کی مدد سے۔ ذلت کے ساتھ تو میں آب حیات بھی پینے کو تیار نہیں اور عزت کے ساتھ تو اندرائن کا جام بھی پی لوں، آب حیات ذلت کے ساتھ دوزخ ہے اور دوزخ میں بھی اگر عزت حاصل ہو تو وہ خوشگوار مقام ہے۔

مدح ۔ عرب مدحیہ اشعار کہنا عار سمجھتے تھے۔ شروع شروع ہی کسی محسن کے احسان کے شکریہ میں چند اشعار کہہ دیے جاتے تھے۔ جیسا کہ امرؤ القیس نے بنی تیم کی مدح میں کہا ہے جو اس کے محسن معلی کا خاندان ہے کیونکہ معلی نے اس کو منذر بن ماء السماء سے پناہ دی تھی جو امرؤ القیس سے بدلہ لینا چاہتا تھا، جس نے اس کے بھائیوں کو دیر مرینا کے واقعہ میں قتل کیا۔

اقر حشا امرئ القیس بن حجر — بنو تیم مصابیح الظلام

اس شعر کی وجہ سے بنی تیم "مصابیح الظلام" کے نام سے موسوم ہوئے۔ نابغہ پہلا شخص ہے جس

نے مدحیہ قصائد کہنا اور انعام حاصل کرنا شروع کیا۔ زہیر بن ابی سلمیٰ نے بھی ہرم بن سنان کی مدح کی اور ہرم نے اس کو بہت نوازا۔ اعشیٰ نے اس کو پیشہ بنا لیا اور عرب کے سرداروں کے علاوہ شاہان عجم کے دربار تک پہنچا اور انعامات و صلے حاصل کیے۔ حطیئہ نے اس بارے میں شاعری کو نہایت درجہ گرا دیا لیکن پھر بھی مجموعی لحاظ سے عربی شعراء نے اپنی آن بان قائم رکھی اور مدحیہ اشعار کہنا عرب کے خود داری کے اصول کے خلاف رہا، چنانچہ ایک رئیس نے ایک عرب شاعر سے مدح کہنے کو کہا تو کہہ دیا۔ افعل حتیٰ اقول "۔

عرب شعراء اکثر اس وقت مدح لکھتے تھے جب ممدوح کوئی زبردست معرکہ سر کرتا معتصم باللہ نے ایشیائے کوچک میں عموریہ فتح کیا تھا۔ چند روز کے بعد عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا اور ایک دن ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت کو پکڑا۔ عورت چلائی اور وا معتصما کہا (ہائے معتصم) یہ اطلاع دربار خلافت میں پہنچی۔ معتصم نے پوچھا عموریہ کدھر ہے۔ سمت بتلائی گئی اس سمت رُخ کر کے لبیک لبیک، کہا اور فوجوں کو تیاری کا حکم دیا، دربار کے بعض منجمین نے کہا یہ وقت روانگی کے لیے مناسب نہیں ہے اگر اس وقت فوج روانہ ہو گی تو شکست ہو گی۔ معتصم نہ مانا۔ ایک لاکھ سے زائد فوج لے کر نکلا اور عموریہ فتح کیا، عورت کی تلاش ہوئی جب سامنے آئی تو کہا کہ آج میں نے مزے سے کھانا کھایا، جب اس جنگ سے واپس آیا تو دربار میں منجم بھی تھا۔ ابو تمام نے یہ قصیدہ پڑھا۔

السیف اصدق انباء من الکتب	فی حدہ الحد بین الجد واللعب
والعلم فی شہب الارماح لامعۃ	بین الخمیسین لافی السبعۃ الشہب

تلوار بہ نسبت کتابوں کے زیادہ سچ بولتی ہے اس کی باڑھ سنجیدگی اور مسخرا پن کی حد فاصل ہے، علم برچھیوں اور نیزوں کے ستاروں کے چمکتے شعلوں میں چمکتا ہے نہ کہ سبعہ سیارہ میں۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ایشائے کوچک عیسائیوں کے قبضہ میں تھا اور ان سے بطور خراج رقم وصول ہوتی تھی۔ جب نائس فورس تخت نشین ہوا تو اس نے ہارون الرشید کو لکھ دیا کہ میرے پہلے یہاں کی حکمران ایک عورت تھی اس سے طے شدہ معاہدات کا میں ذمہ دار نہیں میں خراج نہ دوں گا۔ ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا تو بہت برہم ہوا۔ دربار کے لوگ منتشر ہو گئے ہارون الرشید نے فوراً صرف اتنا جواب لکھا۔

او سگ رومی، اس خط کا جواب سننے سے پہلے تو دیکھ لے گا" حملہ کی تیاری کی اور

لیشائے کوچک کے دار السلطنت کو فتح کرکے واپس آیا۔ ناکس نے پھر دوبارہ بغاوت کی کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ یہ اطلاع ہارون الرشید تک پہنچا سکے۔ بالآخر ایک شاعر نے دربار میں جاکر یہ قصیدہ پڑھا۔

نقض الذی اعطیتہ یقفور فعلیہ دائرۃ البوار تدور

ہارون الرشید نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کیا ایسا ہوا ہے۔ شدت کے جاڑے تھے۔ لیکن اسی وقت فوجوں کو حکم دیا، وہاں پر ہرقل کی تصویر کھنچوائی اور اپنے تینوں بیٹوں کے نام لکھوائے ایک ہفتہ تک محاصرہ کیا اور فتح کرکے واپس ہوا۔ درباری شعراء نے قصائد پڑھے۔

عرب اور ایران کی شاعری میں یہ مابہ الامتیاز چیز ہے کہ عرب کے مدحیہ قصائد وقائع نگاری ہے مملو ہوتے ہیں اور اس پیرایہ میں واقعات لکھتے تھے۔ غرض جذبات میں تحریک اور آئندہ دلوں میں ایسے مہم کے سر کرنے کے ولولے پیدا ہوجاتے تھے۔ جس کی مدح کی جاتی تھی وہ اس کے مستحق ہوتے تھے اور مدح میں جو کہا جاتا تھا سچ ہوتا تھا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں فارسی قصائد میں یہ شرطیں کبھی جمع نہیں ہوتیں، اولاً تو اکثر ایسے لوگوں کی مدحیں لکھی گئیں جو سرے سے مدح کے مستحق نہ تھے یا تھے تو ان کے واقعی اوصاف نہیں لکھے گئے بلکہ تمام قوت مبالغہ اور غلو میں صرف کی گئی۔ اکبر، خانخاناں، شاہجہان کے سینکڑوں معرکے تاریخی یادگار ہیں جن کے بیان سے مردہ دلوں میں جنبش پیدا ہوسکتی ہے، عرفی، نظیری، فیضی وغیرہ نے ان لوگوں کی مدح میں سینکڑوں پُرزور قصائد لکھے لیکن ان معرکوں کا کہیں نام تک نہ آیا۔

الغرض مدحیہ قصائد اقوام اور بہادرانِ قوم کے شاہکار اور ان کے کارناموں کے تاریخی اوراق ہوتے ہیں جو ان بہادروں اور کارگزار افراد کے کارناموں کو زندہ رکھتے اور مرنے والوں کو حیاتِ ثانیہ بخشتے ہیں۔

ترقی یافتہ قوموں کے شریفانہ اخلاق کو زندہ رکھنے والی چیز ان کے تاریخی واقعات کا زندہ رہنا ہے اور بہ نسبت خشک تاریخی قصوں کے یہ کام مدحیہ قصائد سے بہت خوبی سے انجام پاتا ہے، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے علاوہ یہ آنے والی نسل کے لیے باعث تحریک ہوتے ہیں کہ اگر ہم بھی دنیا میں کوئی کام کریں گے تو ہمارا نام بھی زندہ رہے گا۔

نیچرل شاعری (وصف) ارسطو کی تشریح کے مطابق شاعری مصوری ہے۔ بلکہ شاعری کا درجہ مصوری سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ مصور صرف مادی اشیا کی تصویر پیش کرتا ہے اور ممکن ہے کہ مصور اگر نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے تو کسی ایک عصبی تاثر یعنی نفسانی کیفیت رنج، خوشی، استعجاب

پریشانی بے تابی وغیرہ بھی تصویر سے ظاہر کر سکے، چنانچہ مشہور ہے کہ جہانگیر کے سامنے ایک عورت کی ایسی تصویر پیش کی گئی تھی جس کے تلوے سہلائے جا رہے تھے اور گدگدی کا اثر اس کے چہرہ پر طاری تھا۔ تاہم تصویر سے گوناگون واقعات وحالات ظاہر کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً غیر مادی امور انقلابات اور خیالات اور واقعات کے سلسلہ کو تصویر سے واضح کرنا ناممکن سا ہے بجز اس کے کہ فلمی صورت میں مجموعۂ تصاویر سے اس کو واضح کیا جائے جو موجودہ زمانہ کا نہایت ترقی یافتہ فن ہے، پھر بھی صرف خاموش تصویر اس کام کو پورا انجام نہ دے سکی۔ اور اس کے لیے شاعری وموسیقی کی ہم آہنگی ضروری معلوم ہوئی اور اب ناطق فلم نے اس فن کو مکمل کیا۔ عربی نیچرل شاعری شروع میں پہاڑوں کی بلندی، قافلوں کی روانگی، اونٹ، گھوڑے، سفر، قیام گاہوں کے کھنڈر وغیرہ کے بیان تک محدود رہی لیکن بعد میں چل کر مختلف چیزوں کی تشریح وصف کے لیے اس کا دائرہ وسیع ہوا ہے، یہاں تک کہ اس فن سے معموں کے فن نے جنم لیا۔

سری رفاء (ہلال)

وکانّ الھلال نون لجین غرقت فی بحیرۃ زرقاء

چاند ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاندی کی مچھلی ہے۔ نیلگوں سمندر میں غوطہ لگا رہی ہے۔

امراؤ القیس (رات)

ولیل کموج البحر ارخی سدولہ علیّ بانواع الھموم لیبتلی

رات نے قسم قسم کے ہمّ وغم کے ساتھ اپنے پردے مجھ پر ڈال دیئے وحشت اور بھیانک پنے میں رات سمندر کی موج کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

(رات)

لیلتی ھذہ عروس من الزنج علیھا قلائد العقیان

میری رات ایک حبشی کی دلہن معلوم ہوتی ہے جس پر موتیوں کے ہار ہیں۔

وسھیل کوجنۃ الحب فی اللو ن وقلب المُحِبّ فی الخفقان

ستارہ سہیل رنگ کے لحاظ سے رخسارِ معشوق جیسا سرخ اور جھپکنے میں عاشق کے دھڑکنے والے دل کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

گھوڑوں کی تیز اور نرم رفتار (متنبی)

یطأ الثری مترفقا من تیھہ فکانّہ آسٍ یجسّ علیلا

وہ زمین پر اپنے نازانداز سے اس طرح قدم رکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کوئی حکیم صاحب ہیں جو کسی بیمار کی نبض دیکھ رہے ہیں۔

ولو وطئت فی سیرها جفن نائم ۔۔۔ بأخمصها لم ینتبه من منامه

وہ اپنی رفتار میں اپنے پاؤں اتنے سبک رکھتا ہے کہ اگر سونے والے آدمی کی پلکوں پر رکھے تو اس کی نیند میں خلل بھی نہ ہو۔

آگ۔

دائت یاقوتة مشبکة ۔۔۔ تطیر عنها قراضة الذهب

ایک شعلہ فشاں یاقوت ہے جس سے سونے کی چنگاری اڑ رہی ہے۔

عاشق کی لاغری کے متعلق

امیر تمیم:۔

لو فتشو جسمی ما ابصروا ۔۔۔ غیر الاسی یسرح بین الثیاب

اگر میرے جسم کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا ایک مجسم رنج ہے جو کپڑوں میں ملفوف حرکت کر رہا ہے۔

متنبی

روح تخلل فی مثل الخلال فلو ۔۔۔ اطارت الریح عنه الثوب لم یبن

میری روح ایک خلال نما جسم کے درمیان ہے اگر ہوا سے کپڑے اڑ جائیں تو اس کا دکھائی دینا مشکل ہوگا۔ ایضاً

ولو قلم القیت فی شق رأسه ۔۔۔ من السقم ما غیرت فی خط کاتب

بیماری سے اتنا گھل گیا ہوں کہ اگر قلم کی زبان کے شگاف میں رکھ کر کاتب لکھنا چاہے تو خط میں کوئی تغیر واقع نہ ہوگا

پانی میں تاروں اور چاند کے عکس کا منظر۔ معری

به غرقی النجوم فبین طاف ۔۔۔ وراس لیستتر ولیستبان

ابحد به غوانی الجن لعبا ۔۔۔ فاعجلها الصباح وفیه جان

قصیم نصفه فی الماء باد ۔۔۔ ونصف فی السماء به تزان

اس تالاب میں کچھ ستارے غوطے لگا رہے ہیں کسی کا سر پانی سے باہر آتا ہے، اور کسی کا

مرا اندر جاتا ہے۔

ہلال کا عکس جو پانی میں نظر آ رہا ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ شب میں پریوں نے پانی میں کھیل و کھینچا تانی کی ہو گی۔ چنانچہ اس کشمکش میں ایک کنگن ٹوٹ گیا جس کا نصف پانی میں پڑا ہوا ہے اور نصف آسمان پر دکھ رہا ہے۔

"تاروں اور ہلال کی دوسری تشبیہ۔ معرّی۔

کان الیل حاد بها ففیه	هلال مثلَ مَا انّعطفَ السِنان
ومن امرالنجوم علیه دِرُع	یُحَاذِرُ اَن لیمرقها الطعان
وقد بسطت الی الغرب الثریا	یدًا اعَلَقَتْ با نهلها الرهان
کان یمینها سرقتك شیئًا	وَمَقْطُوع علی السَّرقَ البنان

معلوم ہوتا ہے کہ رات اور ہمارے ممدوح کے لشکر کے درمیان جنگ ہو گئی تھی۔ اب یہ ہلال کسی کے نیزہ کا مڑا ہوا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے یہ کہکشاں کے تارے نہیں ہیں بلکہ رات کا زرہ بکتر ہے اور رات بہت ڈر رہی ہے کہ اس کا یہ زرہ بکتر نیزہ کی انی سے پھٹ نہ جائے۔ ثریا مغرب کی طرف اپنا وہ ہاتھ بڑھاتا ہے جس کی انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کچھ چرایا تھا جس کی سزا میں اس کی انگلیاں کاٹی گئی تھیں۔ یاد رہے کہ ثریا کے ۶ لوں کے پاس دو ہاتھ ہیں ایک حنائی اور ایک کی انگلیاں کٹی ہوئی ہیں، کف خضیب۔ کف جذما۔

ایک سانول کی تعریف، شریف رضی متوفی سنہ ۴۰۶ھ

احبك یا لون الشباب لاننی	رایتکما فی القلب والعین توأما
سکنت سواد القلب اذ کنت شبهه	فَلَمْ اَدْرِ مِن عِزٍّ من القلب منکما

اے رنگ جوانی مجھے تجھ سے عشق ہے کیونکہ دل میں بھی یہی رنگ آتا ہے اور آنکھوں میں بھی یہی رنگ ملتا ہے۔ سواد قلب میں تو آ کر بسی ہے کیونکہ تو اس کے مشابہ ہے، اب مجھے پتہ نہیں چلتا کہ دونوں میں سے دل کون ہے۔

جھپکنا۔ معرّی

یسرع اللمح فی احرار کما تُسرع	فی اللمح مُقْلَةُ الغَضْبَان

سرخی لیے ہوئے تارا بہت جلد جلد جھپکتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غضبناک شخص کی آنکھ ہے۔

عاشق کا کھنڈر پر سوچتے کھڑے ہونا۔ (متنبی)

بُلِیتُ بِلَی الاطلال اِنْ لَمْ اقِفْ بِھا	وُقُوفَ شَحِیحٍ ضاعَ فی التربِ خاتمه

کھنڈروں کی طرح مجھے بھی تباہی نصیب ہو اگر وہاں پر اس بخیل کے مانند جس کی مٹی میں انگوٹھی گم ہوگئی ہو۔ اور سوچتا ڈھونڈھتا کھڑا رہ کر یادِ رفتگان میں مصروف نہ ہو جاؤں۔

قوس قزح، سیف الدولہ

وساقٍ صبیح للصبوح دعوته	فقام وفی اجفانه سنة الغمض

یطوف بکاسات العقار کانجم	فمن بین منقضّ علینا و منقض

وقد نشرت ایدی النجوم مطارفا	علی الجو کنّا والحواشی علی الارض

یطرزها قوسا سحاب باصفر	علی احمر فی اخضر تحت مبیضّ

کاذیال خود اقبلت فی غلائل	مصبغة والبعض اقصر من بعض

ایک خوبصورت ساقی کو میں نے بلایا اور وہ کھڑا ہوا حالانکہ اس کی آنکھوں میں غنودگی سی مستی تھی، دورِ شراب چل رہا تھا اور ساغر مانند تاروں کے نظر آرہے تھے جو آسمان سے یکے بعد دیگرے ٹوٹ رہے تھے۔ بادِ جنوب نے فضا پر کالی چادریں پھیلادی تھیں جس کے حاشیے زمین پر لٹک رہے تھے۔ قوس کی شکل میں ابر نے اسے سنوارا تھا۔ چادر کے کنارے پر قدرت نے سرخ سفید و سبز رنگ کی بیلیں ٹانک دی ہیں گویا کہ ایک عروس نازنین نے اون کے رنگین پیراہن پہن لیے ہیں جن کے دامن علی الترتیب ایک دوسرے سے چھوٹے ہوتے چلے گئے ہیں۔

شراب۔

رقَّ الزُجاجُ ورقت الخمر	فتشا بھا فتشا کل الأمْر

فکانھا خمر ولا قدح	وکانھا قدح ولا خَمْر

شیشۂ جام بھی رقیق اور شراب بھی رقیق دونوں بالکل مشابہ ہیں گویا کہ شراب ہے اور جام غائب یا صرف جام بلا شراب۔

چمن میں نسیم کا چلنا۔ ذہبی (یوسف) متوفی ۶۸۰ھ

ھلم یا صاح الی روضة	یجلو بھا العانی صدا ھمه

نسیمھا یعثر فی ذیله	وزھرھا یضحك فی کمه

دوست چلو ایک چمن میں تو آؤ جہاں مصیبت زدہ کے ہم و غم کا زنگ دور ہو طبیعت صاف

ہو جاتی ہے۔ اس چمن کی باد صبا اپنے ہی دامن میں الجھ کر رہ جاتی ہے جس سے پھول اپنے شگوفہ دا آستینوں میں مسکرا دیتا ہے۔

موسم بہار۔ بحتری ابو عبادۃ المتوفی ۲۸۴ھ

انا الربیع الطلق یختال ضاحکا … من الحسن حتی کاد ان یتکلما

وقد نبہ النیروز فی غسق الدجی … اوائل ورد کن بالامس نُوَّما

یفتقھا برد الندی فکانہ … یَبُثُّ حدیثا کان قبل مکتما

ورق نسیم الریح حتی حسبتہ … یجئی بانفاس الاحبۃ نعما

موسم بہار کی آمد ہے جو ہنستے ہوئے اپنے حسن کے غرور سے بڑے ناز و انداز سے چل رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب قریب ہے کہ بول اٹھے نیروز نے رات کی تاریکی میں گل کی پہلی صف کو بیدار کر دیا جو کل تک نیند کا مزہ لے رہے تھے۔ شبنم کی ٹھنڈک انہیں کھلا رہی ہے گویا کہ وہ اس کو کوئی پوشیدہ راز کی بات کہہ رہی ہے جس سے وہ خوش ہو رہے ہیں۔ باد صبا اتنی نازک اور لطیف ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دوستوں کے سانس پر مشتمل ہے۔

اولاد۔ معلی۔ ہارون رشید کے زمانہ میں مصر میں رہتا تھا۔

وانما اولادنا بیننا … اکبادنا تمشی علی الارض

ان ھبت الریح علی بعضھم … اَشْفَقَتِ العینُ من الغمض

بے شک ہماری اولاد ہمارے درمیان ہمارے لخت جگر ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو ہوا بھی مس کرے تو آنکھوں کے لیے بوجہ شفقت نیند حرام ہو جاتی ہے۔

فطرت کی نیرنگیاں۔ ابن سہیل اندلسی المتوفی ۶۴۹ھ

الارض قد بست رداء اخضرا … والطل نَثَرَ فی رباھا جوھرا

ھاجت فخلت الزھر کافورا بھا … وحسبت فیھا الترب مسکا اذفرا

وکان سوسنھا یصافح وردھا … ثغر یقبل منہ خدا احمرا

والنھر ما بین الریاض تخالہ … سیفاً تعلق فی نجاد اخضرا

وجرت نصفقھا الربا فحسبتھا … کفا ینمق فی الصحیفۃ اسطرا

والطیر قد قامت بہ خُطَبَاؤُہ … الم تتخذ الا الارکۃ منبرا

زمین سبز پوش ہے جس پر شبنم نے جواہرات بکھیر دیے ہیں۔ یہ منظر ولولہ خیز ہے۔ پھول کا نور

کا مزہ دے رہے ہیں اور وہاں کی مٹی سے تیز مشک کی بو آ رہی ہے۔ گل سوسن گلاب سے مصافحہ کر رہا ہے یا یوں کہیے گل کے گلابی رخسارہ پر کسی کے سفید دانت گستاخی کر رہے ہیں چمنوں کے درمیان سے نہریں گزرتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے سبز حمائل میں تلوار داخل ہو رہی ہے، اس چمن کے نواح اطراف میں تیلے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ صحیفۂ فطرت میں ایک دستِ قدرتِ صناعی کے نمونوں کی طرح سطر لکھ رہی ہے، پرندوں کی تصویریں پھلوں کے درخت کو منبر بناتے ہوئے اپنی تقریر دلپذیر میں مصروف ہیں۔

فطرت۔ ابن الساعاتی

والطل فی سلک الغصون کلؤلؤ ‏ ‏ ‏ رطب یصافحه النسیم فیسقط

الطیر تقرأ والغدیر صحیفة ‏ ‏ ‏ والریح تکتب والغمام ینقط

شبنم ڈالیوں کی مالا میں موتیوں کا نظارہ پیش کرتی ہے جو بادِ نسیم کے آنے اور مصافحہ کرنے میں زمین پر گرتے ہیں۔ بوندیں پڑ رہی ہیں اور تالاب صحیفۂ قدرت کا کام دے رہا ہے۔ ہوا لکھ رہی ہے اور ابر نقطے دے رہا ہے۔

پہیلیاں

تربوز۔ ابن التعاویذی

حلوة الریق حلال ‏ ‏ ‏ دمه فی کل ملة

نصفها بدر وان قسمتها ‏ ‏ ‏ صارت اهلة

شیریں لب ہے اس کا خون ہر ملت میں جائز ہے۔ نصف کرو تو چاند اور ٹکڑے کرو تو ہلال۔

ترازو۔ امیر تمیم

وما یصدق بلا نطق ولا فهم ‏ ‏ ‏ براصین مبین صامت حکم

یقضی ولیس له سمع ولا بصر ‏ ‏ ‏ وترتضیه الوری طرا اذا اختصموا

ایک سچا ہے جو بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے نیک ہے، امین ہے۔ خاموش ہے لیکن فیصلہ کن حکم سناتا ہے۔ فیصلہ کرتا ہے لیکن نہ اس کا کان ہے نہ آنکھ پھر لطف یہ ہے دنیا اس کے فیصلہ کو منظور کرتی ہے۔

کتاب۔

لنا جلساء لا نمل حدیثهم ‏ ‏ ‏ البّاء مامونون غیبا ومشهدا

ہمارے چند ہم نشین ہیں جن کی باتوں سے طبیعت اکتاتی ہی نہیں۔ عقلمند ہیں۔ ایسے دوست

ہیں جو غیاب و حضور میں کبھی غیبت نہیں کرتے۔

قفل۔ البھا۔ زہیر سنہ ۶۵۶ھ

واسود عاری الحل البود جسمه　　وما نال من اوصافه الحرص والمنع

واعجب شیء کونه الدهر حارسا　　ولیس له عین ولیس له سمع

ایک سیاہ برہنہ لاغر بدن اور جس کا بڑا اصول کسی کو نہ دینا ہے۔ سب سے تعجب خیز یہ ہے کہ ہمیشہ وہ نگہبانی کی خدمت انجام دیتا ہے لیکن نہ اس کا کان ہے نہ آنکھ۔

حکیمانہ کلام۔ جاہلیت میں اگرچہ بظاہر حکیمانہ کلام خال خال ملتا ہے، لیکن جو کچھ بھی ہے نہایت سادہ مؤثر اور واقعات کی تشریح ہوتی ہے۔

طرفہ بن عبد۔ عزیزوں کا ظلم۔

وظلم ذوی القربی اشد مضاضة　　علی المرء من وقع الحسام المهند

قرابت والوں کا ظلم انسان کے لیے تیغ ہندی سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ زمانہ خود مؤدب و معلم ہے۔

ستبدی لك الایام ماکنت جاهلا　　ویاتیك بالاخبار من لم تزود

صحبت کا اثر

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینه　　فکل قرین بالمقارن یقتدی

آدمی کا کیریکٹر معلوم کرنا ہے تو وہ کن کن کے ساتھ رہتا ہے معلوم کرو۔ دوست کا کیریکٹر ہی انسان کے کیریکٹر کا آئینہ ہو سکتا ہے۔

زہیر۔ بڑھاپے سے بیزاری

سئمت تکالیف الحیاة ومن یعش　　ثمانین حولا لا ابالك یسأم

زندگی کی تکالیف سے بیزار ہو گیا ہوں اور جو شخص اسی سال کی عمر کا ہو اس کو بیزار ہونا ہی چاہیے۔ آئندہ کی خبر نہیں۔

واعلم ما فی الیوم والامس قبله　　ولکننی عن علم ما فی غد عم

موت کا نشانہ لگانا۔

رائیت المنایا خبط عشواء من یصب　　تمته ومن یخطیٔ یعمر فیهرم

دنیا سازی کی ضرورت۔

ومن لا یصانع فی امور کثیرة　　یضرس بانیاب ویوطأ بمنسم

عزت کی حفاظت کے لیے پیسہ خرچنا

من یجعل المعروف من دون عرضه ... یفره من لایتق الشتم یشتم

غیر مستحق پر احسان کرنا۔

ومن یجعل المعروف فی غیر اهله ... یکن حمده ذما علیه ویندم

اپنے ناموس کی حفاظت کرنا۔

ومن لا یذد عن حوضه بسلاحه ... یهدم ومن لا یظلم الناس یظلم

خود اپنی آپ عزت کرنا

ومن یغترب یحسب عدوا صدیقه ... ومن لا یکرم نفسه لا یکرم

انسان کے خصائل چھپ نہیں سکتے۔

ومهما تکن عند امرئ من خلیقة ... وان خالها یخفی علی الناس یعلم

اسلام کے بعد تو اخلاقی اور حکیمانہ شاعری کو بہت عروج ہوا۔ کیونکہ اسلام نے خود بہترین اخلاق کا درس دیا اس کے بعد عام فلسفہ اور اخلاقی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ مختلف نظریے رائج ہوئے۔ اس سے شاعری بھی محروم نہ رہ سکی۔

شاعر ومن یك ذا فم مر مریض ... یجد مرا به الماء الزلالا

بحتری۔ زخم کے فساد کا سبب طبیب کی بے پروائی ہے۔

اذا ما الجرح رم علی فساد ... تبین فیه اهمال الطبیب

دیگر۔ جس کام کے توڑنے پر مخالف کمربستہ ہو وہ پورا نہ ہوگا۔

متی یبلغ البنیان یوما تمامه ... اذا کنت تبنیه وغیرك یهدم

متنبی۔ زہر سے بچنے کا علاج زہر نہیں ہے۔

الیك فانی لست ممن اذا اتقی ... عضاض الافاعی نام فوق العقارب

متنبی۔ بعض وقت خفگی کا نتیجہ مفید ہوتا ہے۔

لعل عتبك محمود عواقبه ... وربما صحت الاجساد بالعلل

شاید کہ تیری ناراضگی کا انجام بہتر ہو۔ اکثر بیماری باعث شفا ہو جاتی ہے۔

بحتری۔ بغیر صحیح راستہ اختیار کیے منزل مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ترجو النجاة ولم تسلك مسالکها ... ان السفینة لا تجری علی الیبس

بغیر صحیح راستہ اختیار کیے نجات کی امید کرتا ہے۔ خشکی پر جہاز نہیں چل سکتا۔

ایک اسدی۔ دنیا میں نام پیدا کرنا آسان نہیں۔

لاتحسب المجد تمرا انت آکلہ لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

بزرگی کھجور نہیں کہ مزے سے کھاؤ گے جب تک ایلوا نہ چاٹو بزرگی حاصل کرنا مشکل ہے۔

لامیۃ العجم۔ سفر وسیلہ ظفر ہے (مؤید الدین الاستاذ العمید ابو اسمٰعیل الحسین بن محمد الطغرائی المقتول ۵۱۳ھ)

ان العلا حدثتنی وھی صادقۃ فیما تحدث ان العز فی النقل

لوکان فی شرف الماوی بلوغ منی لم یبرح الشمس یوما دارۃ الحمل

بلندیوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور بلندیاں بالکل سچ کہتی ہیں کہ عزت نقل و حرکت میں ہے اگر ایک ہی جگہ رہنے سے شرف حاصل ہو سکتا تو آفتاب برج حمل کو کبھی نہ چھوڑتا

اہل علم کے ساتھ زمانہ کا برا سلوک

اھبت بالحظ لو نادیت مستمعا والحظ عنی فی الجھال فی شغل

میں نے خوش بختی کو آواز دی کاش کہ وہ سنتی اس کو فرصت کہاں وہ تو جاہلوں کے پاس مصروف ہے۔

امید پر دنیا قائم ہے۔

اعلل النفس بالامال ارقبھا ما اضیق العیش لولا فسحۃ الامل

امیدوں سے جی بہلاتا ہوں۔ واقعی اگر امیدوں کا سہارا نہ ہوتا تو دنیا کتنی تنگ معلوم ہوتی۔

کمینوں کی حکومت۔

ماکنت اوثران یمتد بی زمنی حتی اری دولۃ الاوغاد والسفل

مجھے یہ خواہش نہیں کہ میں اور دن دنیا میں زندہ رہ کر کمینوں کی حکومت کے دن دیکھوں۔

نااہلوں کی قابل افراد کے عوض قدر دانی۔

تقدمتنی اناس کان شوطھم وراء خطوی لو امشی علی مھل

فان علانی من دونی فلا عجب لی اسوۃ بانحطاط الشمس عن زحل

ایسے لوگ جن کی تیز رفتاری بھی میری معمولی چال کا مقابلہ نہیں کرتی، مجھ سے آگے نکل گئے اگر مجھ سے کم درجہ کے لوگ مجھ سے اعلیٰ مراتب حاصل کر لیں تو کیا تعجب ہے مجھے زحل کے بلند اور آفتاب کے نیچے ہونے سے اچھا سبق حاصل ہو سکتا ہے۔

کسی شخص پر اعتماد نہ کرنا چاہیے

اعدی عدوك ادنی من وثقت به فحاذر الناس واصحبهم علی دخل

فانما رجل الدنیا وواحدها من لا یعول فی الدنیا علی رجل

سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جس پر تو پورا بھروسہ کرتا ہے اس لیے ہمیشہ محتاج زندگی بسر کر۔ بے شک دنیا میں بے نظیر آدمی وہی ہے جو دنیا میں کسی پر بھروسہ نہ کرے۔

دنیا کی بے ثباتی۔

ترجو البقاء بدار لا ثبات لها فهل سمعت بظل غیر منتقل

ایسے گھر میں بقا کی امید کرتا ہے جو فانی ہے کیا سایہ بھی قائم رہتا ہے۔

شریفانہ اخلاق۔ ابو العتاهیة

احب الفتی ینفی الفواحش سمعه کان به عن کل فاحشة وقرا

سلیم دواعی الصدر لا باسطا اذی ولا مانعا خیرا ولا قائلا هجرا

اذا شئت ان تدعی کریما مکرما ادیبا ظریفا عاقلا ماجدا حرا

اذا ما اتت من صاحب لك زلة فکن انت محتالا لزلته عذرا

میں ایسے جوان مرد سے محبت کرتا ہوں جس کے کان بری باتوں سے آشنا نہیں گویا کہ بری باتوں کے لیے جس کے کان بہرے ہیں۔ اس کے سینہ میں کسی کے متعلق کوئی خلش نہیں نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے نہ اچھے کام سے ہاتھ روکتا ہے اور نہ فضول بکواس کرتا ہے اگر تو چاہے کہ دنیا تجھے کریم، معزز ادیب، ظریف، عقلمند، بزرگ اور شریف مان لے تو جب کبھی کسی سے لغزش ہو جائے تو ان کے لیے تو خود ہی عذر تلاش کرنے کی کوشش کر تاکہ تیرا حلقۂ احباب وسیع ہوتا جائے اور تیری ہر دلعزیزی بڑھتی جائے۔

شوقی۔ نوجوانوں سے خطاب

یا شباب الغد وا ابنای الغدا لکم اکرموا عز ب بالفلا

عصرکم حر و مستقبلکم! فی یمین الله خیر الامنا

لا تقولوا حطنا الدهر فما! هو الا من خیال الشعرا

هل علمتم امة فی جهلها ظهرت فی المجد حسناء الردا

فخذوا العلم علی اعلامه واطلبوا الحکمة عند الحکما

واحكموا الدنيا بسلطان فما	خلقت نظرتها للضعفاء

اے مستقبل کے نوجوانو! میرے بیٹے تم پر ندا، تمہارا زمانہ آزادی کا زمانہ ہے اور تمہارا مستقبل مبارک و میمون ہے۔ یہ مت کہو کہ ہم کو زمانہ نے پست کر دیا ہے۔ یہ صرف شاعروں کا خیال ہے۔ کیا ایسی قوم سے واقف ہو جس نے باوجود جاہل رہنے کے ترقی کی ہو۔ مشاہیر علماء سے علم حاصل کرو اور حکیموں سے حکمت سیکھو۔ دنیا پر اقتدار اعلیٰ کے ساتھ حکومت کرو۔ دنیا کی تازگی سے مستفید ہونے کا حق ضعیفوں کو نہیں ہے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے۔ شوق

اناس کما قدری ودنیا بحالها	ودهر دخی تارة وعسير
واحول خلق غابر ومتجدد	تشابها فيها اول واخير
تمر تباعا فى الحياة كانها	ملاعب لا ترجى لهن ستور
وحرص على الدنيا وميل مع الهوىٰ	وغش وافك فى الحياة وزور

لوگوں کی حالت سے تم واقف ہو۔ دنیا بھی اپنی حالت پر قائم ہے۔ ایک وقت تنگی کا آتا ہے ایک وقت فراخی کا۔ دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ ایک حالت گزر جاتی اور دوسری پیدا ہوتی ہے۔ پے در پے زندگی کے وقائع اسی طرح ہوتے رہتے ہیں گویا کہ یہ تماشے ہیں جن کے لیے پردہ سینما کی ضرورت نہیں۔ دنیا پر حرص، خواہشات کی اتباع، دھوکا دینا اور جھوٹ ہی زندگی کی کائنات ہے۔

متنبی۔

اذا انت اكرمت الكريم ملكته	وان انت اكرمت اللئيم تمردا
ووضع الندى فى موضع السيف بالعلا	مضر كوضع السيف فى موضع الندى

اگر تو شریف کی عزت افزائی کرے گا تو وہ تیرا ممنون ہو کر اطاعت بردار ہو جائے گا اور اگر کسی کمینہ کی حوصلہ افزائی کی تو وہ سرکش ہو جائے گا۔ جہاں تلوار کی ضرورت ہے وہاں حلم کا استعمال اتنا ہی مضر ہے جتنا کہ حلم کے موقع پر سختی و تلوار کا استعمال۔

اخلاق۔ صالح بن عبد القدوس (مہدی نے اس کو الحاد کے الزام میں قتل کیا)

ادا لامانة والخيانة فاجتنب	واعدل ولا تظلم يطيب المكسب
واحذر من المظلوم سهما صائبا	واعلم ان دعاءه لا يحجب
واحذر مواخاة الدنى لانه	يعدى كما يعدى الصحيح الاجرب

ودع الكذوب ولا يكن لك صاحباً ان الكذوب لبئس خلا يصحب
وزن الكلام اذا نطقت ولا تكن ثرثارة فى كل ناد تخطب
واحرص على حفظ القلوب من الأذى فرجوعها بعد التنافر يصعب
ان القلوب اذ تنافر ودها شبه الزجاجة كسرها لا يشعب

امانت کو ادا کر اور خیانت سے اجتناب کر ، عدل کو لازم رکھ کامیاب رہے گا۔ مظلوم کی دعا کے تیر سے بہت ہوشیار رہ کیونکہ اس کی دعا کو عرش تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں۔ ذلیل کی دوستی سے بچتا رہ کیونکہ وہ خارش کی طرح متعدی ہے۔ کبھی جھوٹے سے دوستی نہ کر جھوٹا بہت ہی خراب دوست ثابت ہوا ہے۔ زبان پر قابو رکھ اور بولنے میں احتیاط رکھ۔ آدمی زبان ہی سے سلامت رہتا ہے اور اسی سے تباہ ہوتا ہے۔ تول پھر بول۔ فضول گو مت بن جیسا خیال میں آیا بک دیا۔ مردم آزاری سے بہت بچتا رہ۔ جو دل تجھ سے ناراض ہو پھر اس کا منانا مشکل ہے۔ دل بے شک شکر رنجی کے نقطۂ نظر سے کانچ ہے جہاں اس پر بال آیا تو پھر اس کا جڑنا ناممکن ہے۔

عین الرضا۔ عبد اللہ بن معاویہ بن عبد بن جعفر المتوفی ۱۳۲ھ

وعين الرضى عن كل عيب كليلة
كما ان عين السخط تبدى المساويا

رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے کند ہے جیسے کہ نارضامندی کی آنکھ برائیوں کا اظہار کرتی رہتی ہے۔

زندگی ایک اسٹیج ہے۔

النوم موت اصغر والموت نوم اكبر
دنيا تشابه ملعبا والليل ستر يستر
جند هناك وسوقه ومتوج ومسخر
فاذا طرحت ثيابهم تساوى الاعز الاحقر

نیند چھوٹی سی موت ہے اور موت ایک بڑی نیند کا نام ہے۔ دنیا ایک تماشاگاہ ہے اور زمانہ ایک پردہ تماشا ہے۔ کوئی فوجی ہے کوئی عہدہ دار ہے۔ کوئی صاحب تاج ہے اور کوئی محکوم ہے۔ اگر عریاں حقیقت دیکھیں تو نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا۔

لبتی۔ ابوالفتح المتوفی ۴۰۰ھ

زیادة المرء فی دنیاه نقصان — وربحه غیر محض الخیر خسران

یا عامراً لخراب الدهر مجتهداً — باللّٰه هل لخراب العمر عمران

دع الفؤاد عن الدنیا وزینتها — فصفوها کدر والوصل هجران

احسن الی الناس تستعبد قلوبهم — فطالما استعبد الانسان احسان

یا خادم الجسم کم تسعی لخدمته — أتطلب الربح مما فیه خسران

اقبل علی النفس فاستکمل فضائلها — فانت بالنفس لا بالجسم انسان

واشدد یدیك بحبل اللّٰه معتصماً — فانه الرکن ان خانتك ارکان

دع التکاسل فی الخیرات تطلبها — فلیس یسعد بالخیرات کسلان

انسان دنیا میں جتنی ترقی کر رہا ہے دراصل وہ اس کا نقصان ہو رہا ہے کیونکہ بجز افعال نیک کے باقی ہر قسم کا فائدہ نقصان ہی نقصان ہے۔ اے وہ شخص جو دنیا کے ویرانے کو آباد کر رہا ہے۔ کیا عمر کے تباہ شدہ حصہ کی بھی آبادی کا بھی خیال ہے۔ دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ بظاہر، صفائی کدورت اور وصال کا نتیجہ فراق کا پیغام ہے۔ لوگوں کی طرف احسان کر وہ تیرے بے دام غلام بن جائیں گے۔ ہمیشہ سے انسان احسان کا غلام ہے۔ نفس پر توجہ کر اور اس کے فضائل مکمل کرنے کی کوشش کر۔ کیونکہ تو نفس سے انسان ہے نہ کہ خاکی جسم سے۔ خدا کے رشتہ کو پکڑ رکھ کیونکہ وہ ایسا سہارا ہے جب دوسرے سہارے کام نہ آئیں گے۔ وہ کام آئے گا۔ نیک کاموں میں سستی چھوڑ دے۔ سست آدمی کبھی نیکی حاصل نہیں کر سکتا۔

ابن طلاقش المتوفی ۵۶۵ھ

سافر اذا ما شئت قدراً — سار الهلال فصار بدراً

والماء یکسب ما جری — طیباً ویخبث ما استقرا

وبنقلة الدرّ النفیسة — تبدلت بالجو نحرا

اگر تجھے قدر دانی کی خواہش ہے تو سفر کر ہلال نے سفر کیا ماہ کامل بن گیا۔ پانی جب تک بہتا رہا اچھا رہا اور اگر ایک جگہ جمع رہا تو متعفن ہو جاتا ہے۔ نفیس موتی نے وطن کو چھوڑا تو سمندر کی تہ کی بجائے سینہ پر رونق افروز ہوا۔